الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین

امابعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم



کتاب الزکوٰۃ

زکوۃ کا لغوی معنیٰ:

زکوۃ کا لغوی معنیٰ ہے "تزکیہ" کیوں کہ زکوۃ ادا کرنے والا اس کا قرب حاصل کرتا ہے۔ زکوۃ کا معنیٰ ہے "نماء" یعنی بڑھنا کیونکہ زکوۃ ادا کرنے والے کا مال بڑھتا ہے۔ زکوۃ کا معنیٰ ہے "برکت" کیوں کہ زکوۃ ادا کرنے والے کے مال میں برکت ہوتی ہے۔

اصطلاحی معنیٰ:

مال کے ایک حصے کا جو شریعت نے مقرر کیا ہے اللہ کے لئے کسی مسلمان فقیر وغیرہ کو مالک کر دینا بشرطیکہ وہ فقیر ہاشمی نہ ہو۔

سبب زکوۃ:

1۔ عاقل، بالغ، آزاد اور مسلمان ہو۔ 2۔ نصاب حولی کا مالک ہو جو ضروریات اصلیہ سے زائد ہو۔

حکم:

دنیا میں واجب ساقط ہو جاتا ہے اور آخرت میں ثواب ملتا ہے۔

حکمت:

1۔ زکوۃ دینے والا بخل کے عیب سے پاک ہو جائے۔ 2۔ درجے بلند ہوتے ہیں۔ 3۔ محتاجوں پر احسان ہوتا ہے۔ 4۔ آزادوں کو غلام بنالیا جاتا ہے۔

تین قسم کے مال پر زکوۃ ہوتی ہے:

1۔ سونا، چاندی 2۔ سائمہ جانور 3۔ مال تجارت

بَابُ وُجُوبِ الزَّكَاةِ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِلَى الْيَمَنِ، فَقَالَ: ادْعُهُمْ إِلَى شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذٰلِكَ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ قَدِ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذٰلِكَ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً فِي أَمْوَالِهِمْ تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ وَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ".

زکوۃ واجب ہے اور اس کا انکار کفر ہے۔ اگر پوری بستی زکوۃ ادا نہیں کر رہی تو بادشاہ ان سے جنگ کر سکتا ہے۔ زکوۃ واجب ہونے کے باوجود ادا نہ کرنے والا فاسق اور مردود الشہادۃ ہے۔

ایک شہر کی زکوۃ دوسرے شہر میں منتقل کر سکتے ہیں یا نہیں اس میں اختلاف علماء ہے:

امام شافعی:

ایک شہر کی زکوۃ دوسرے شہر کی طرف منتقل نہیں کر سکتے ہیں۔ بلکہ جس شہر کے امراء سے زکوۃ لی جائے گی اسی شہر کے فقراء پر خرچ کی جائے گی۔ آپ کی دلیل یہی حدیث مبارکہ ہے جس میں "فقرائھم" کی ھم ضمیر اسی شہر کے فقیروں کی طرف راجع ہے۔

امام اعظم:

ایک شہر کی زکوۃ دوسرے شہر کی طرف منتقل کر سکتے ہیں۔ آپ کی دلیل میں "فقرائهم" کی ھم ضمیر اسی شہر کے فقیروں کی طرف راجع نہیں ہے۔ بلکہ فقراء مسلمین کی طرف راجع ہے۔ یا اس سے مراد حاجت مند اور ضرورت مند ہیں۔

یتیم کے مال میں زکوۃ:

امام مالک، امام احمد، امام شافعی

یتیم کے مال میں زکوۃ واجب ہے۔

امام اعظم:

یتیم کے مال میں زکوۃ واجب نہیں ہوتی۔

سوال یہ ہے کہ حضرت ابوبکر کے عہد میں منکرین زکوۃ کو کافر نہیں قرار دیا گیا تو کیا اب بھی یہ ہی حکم ہے؟

حضرت ابوبکر صدیق کے زمانے میں جنھوں نے زکوۃ کا انکار کیا وہ وہ لوگ تھے جو دیہاتی تھے یا نئے نئے مسلمان ہوئے تھے۔ انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ زکوۃ کی ادائیگی رسول اللہ ﷺ کے دور کے ساتھ خاص تھی۔ اس لئے وہ زکوۃ کا انکار کر بیٹھے۔

بَابُ الْبَيْعَةِ عَلَى إِيتَاءِ الزَّكَاةِ

قَالَ جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ: "بَايَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى إِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ".

بیعت کی تعریف:

بیعت کا معنی ہے کسی ہاتھ پر اس کی اطاعت کا عہد کرنا۔ اسلام میں بیعت سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص کسی مرد صالح کے سامنے اپنے گناہوں سے تائب ہو اور اس کے سامنے یہ عہد کرے کہ وہ آئندہ اسلام کے احکام پر عمل کرے گا اور اللہ تعالی کی نافرمانی نہیں کرے گا۔

بَابُ إِثْمِ مَانِعِ الزَّكَاةِ

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى:

﴿وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ يَوْمَ يُحْمَى عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ ۝﴾ سورة التوبة آية 34-35.

اس آیت میں کنز کا لفظ استعمال ہوا، اور کنز اس مال کو کہتے ہیں جس کو جمع کیا جائے۔ مال مدفون کو بھی کنز کہتے ہیں۔ یہ وعید اس مال کے متعلق ہے جس پر زکوۃ ادا نہ کی گئی ہو۔ اور جس مال کی زکوۃ ادا کر دی گئی وہ اس وعید سے خارج ہے۔

بَابُ مَا أُدِّيَ زَكَاتُهُ فَلَيْسَ بِكَنْزٍ

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ أَوَاقٍ صَدَقَةٌ، وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ ذَوْدٍ صَدَقَةٌ، وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ".

زمین کی پیداوار میں عشر کے وجوب کے متعلق اختلاف فقہاء:

احناف:

زمین کی پیداوار قلیل ہو یا کثیر اس میں عشر واجب ہے بشرطیکہ وہ زمین بارش یا چشموں کے پانی سے سیراب ہوتی ہو۔ دلائل:

قولہ عزوجل: ﴿كُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ﴾

ترجمہ کنزالایمان: کھاؤ اس کا پھل جب پھل لائے اور اس کا حق دو جس دن کٹے۔

معنی یہ ہیں کہ یہ چیزیں جب پھلیں تو کھانا اسی وقت سے تمہارے لئے مباح ہے اور اس کی زکوۃ یعنی عشر اس کے کامل ہونے کے بعد واجب ہوتا ہے جب کھیتی کاٹی جائے یا پھل توڑے جائیں۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ﴾

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو اپنی پاک کمائیوں میں سے کچھ دو اور اس میں سے جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالا۔

ان دونوں آیات میں اللہ رب العزت نے پھلوں کی کسی مقدار کو بیان نہیں کیا تو ان دونوں آیات کا مفاد یہ ہے کہ زمین کی پیداوار خواہ قلیل ہو یا کثیر اس میں عشر واجب ہے۔

آئمہ ثلاثہ:

جب زمین کی پیداوار پانچ وسق تک پہنچ جائے تب اس میں عشر واجب ہوگا ورنہ نہیں۔ دلیل مذکورہ حدیث مبارکہ ہے۔

بَابُ إِذَا تَصَدَّقَ عَلَى غَنِيٍّ وَهُوَ لَا يَعْلَمُ

باب نمبر ۱۴

کتاب العمرہ

عمرہ کا لغوی معنی:

عمرہ کا لغوی معنی ہے زیارت کرنا۔ محاورہ ہے "اِعْتَمَرَ" اس نے زیارت کا ارادہ کیا۔ جبکہ اصطلاح شرع میں بیت الحرام کی مخصوص شرطوں کے ساتھ زیارت کرنا "عمرہ" کہلاتا ہے۔

عمرہ کا مختصر طریقہ:

جو حرم سے باہر سے آنے والے ہیں وہ میقات سے احرام باندھیں گے، پھر کعبۃ اللہ میں حاضر ہوں گے اور طواف کریں گے مردوں کے لئے ہے کہ وہ پہلے تین پھیروں میں رمل کرتے چلیں اور ساتوں چکروں میں اضطباع کریں۔ پھر دو رکعت نماز نفل پڑھے، پھر سعی کرے اور پھر حلق یا قصر کروائے۔

عمرہ واجب ہے یا سنت؟

امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا مؤقف:

آپ حضرات کے نزدیک عمرہ کرنا واجب ہے یہی ابن عمر کا قول بھی ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ عمرہ کا تکرار ایک سال میں مستحب ہے۔ امام ترمذی کے حوالے سے علامہ عینی نے لکھا کہ امام شافعی کے نزدیک عمرہ سنت ہے۔ وجوب کی دلیل یہ ہے کہ اللہ نے قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد فرمایا:

﴿وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ﴾

اللہ نے حج و عمرہ کو پورا کرنے کا حکم دیا اور امر (حکم) وجوب کے لئے ہوتا ہے۔ لہذا عمرہ واجب ہے۔

امام مالک کا موقف:

ایک سال میں ایک عمرہ سے زیادہ کرنا مکروہ ہے۔

احناف کا موقف:

عمرہ سنت ہے واجب نہیں ہے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا حج جہاد ہے اور عمرہ نفل ہے۔
حضرت جابر نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا عمرہ حج کی طرح فرض ہے تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا نہیں مگر عمرہ کرنا افضل ہے۔

رد:

آیت کا معنی یہ ہے کہ جب عمرہ شروع کرلیا جائے تو اسے پورا کرنا واجب ہے۔ اور اس کے قائل تو ہم بھی ہیں کہ اگر عمرہ شروع کرلیا تو اسے پورا کرنا واجب ہے مگر شروع کرنے سے پہلے نفل تھا۔ جس طرح نفل نماز کو شروع کرلیا جائے تو اسے پورا کرنا واجب ہے۔

☆...... اگر کوئی آدمی عمرہ کرے تو اس پر حج واجب نہیں ہوتا۔

عمرہ پورے سال میں کس کس دن نہیں ہوتا:

امام اعظم کے نزدیک پورے سال میں پانچ دن ایسے ہیں جن میں عمرہ نہیں ہوتا۔ اور وہ 9 ذوالحجہ سے 13 ذوالحجہ کے دن ہیں۔

باب وجوب العمرة وفضلها

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ "أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْعُمْرَةُ إِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا، وَالْحَجُّ الْمَبْرُورُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ".

حج مبرور کی تعریف:

حج مبرور وہ حج ہے جس میں کوئی گناہ شامل نہ ہو۔ **بعض** نے کہا کہ حج مبرور وہ حج ہے جو مقبول ہو۔ **بعض** نے کہا کہ حج مبرور وہ حج ہے جس میں ریاکاری، گناہ، فسق کی باتیں نہ ہوں اور **بعض** نے کہا کہ حج مبرور وہ حج ہے جس کے بعد گناہ نہ ہو۔

عمرہ کی فضیلت:

سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا: حج کے بعد عمرہ کرو کیوں کہ اس سے فقر اور گناہ مٹ جاتے ہیں۔

باب کم اعتمر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عَنْ مُجَاهِدٍ، قَالَ: دَخَلْتُ أَنَا وَعُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ الْمَسْجِدَ، فَإِذَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا جَالِسٌ إِلَى حُجْرَةِ عَائِشَةَ "وَإِذَا نَاسٌ يُصَلُّونَ فِي الْمَسْجِدِ صَلَاةَ الضُّحَى، قَالَ: فَسَأَلْنَاهُ عَنْ صَلَاتِهِمْ، فَقَالَ: بِدْعَةٌ، ثُمَّ قَالَ لَهُ: كَمْ اعْتَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: أَرْبَعًا، إِحْدَاهُنَّ فِي رَجَبٍ، فَكَرِهْنَا أَنْ نَرُدَّ عَلَيْهِ.

سوال:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے چاشت کی نماز کو بدعت کیوں کہا حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے چاشت کی نماز ادا کی۔

جواب:

اس کا **ایک جواب** یہ ہے کہ حضرت ابن عمر تک چاشت کی نماز والی احادیث نہیں پہنچیں تھیں۔ **دوسرا جواب** یہ ہے کہ انہوں نے چاشت کی نماز کو بدعت نہیں کہا بلکہ مسجد میں اس کے اظہار اور اس کے لئے اجتماع کو بدعت کہا۔ اور **تیسرا جواب** یہ ہے کہ بدعت سے مراد بدعت سیئہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں چار عمرے کیے۔

پہلا وہ عمرہ جب رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام عمرہ کی نیت سے گئے مگر طواف و سعی کرنے سے کفار نے روک دیا تو آپ ﷺ نے احرام میں ہی ذبح کر کے احرام سے باہر آ گئے [illegible]
اس عمرہ میں اگرچہ طواف نہیں کیا مگر چونکہ عمرہ کی نیت سے تشریف لے گئے تھے اس لیے اسے بھی عمرہ شمار کیا۔

دوسرا وہ عمرہ جو غزوہ حنین کے موقع پر کیا اور مقام جعرانہ سے اس کا احرام باندھا تھا۔

تیسرا عمرہ صلح حدیبیہ کے بعد والے سال کیا تھا۔ یہ عمرہ اس عمرہ کی قضا کے طور پر کیا تھا جو صلح حدیبیہ والے سال عمرہ کی نیت سے گئے تھے پر عمرہ نہ کر سکے تھے۔

چوتھا عمرہ حج کے ساتھ کیا تھا۔

سوال:

رسول اللہ ﷺ نے جو تین عمرہ کیے وہ تینوں ذوالقعدہ میں کیے۔ پھر ابن عمر نے کیوں کہا کہ ایک عمرہ رجب میں کیا۔

جواب:

اس کا جواب یہ ہے کہ ابن عمر کو اشتباہ ہو گیا تھا۔ اس لیے انہوں نے حضرت عائشہ کو جواب نہ دیا اور خاموشی اختیار کی۔

☆ ......رسول اللہ ﷺ نے کتنے عمرے کیے اس بات میں صحابہ کرام کا اختلاف ہے۔ اور اس کی توجیہ یہ ہے کہ جنھوں نے **چار عمروں کا قول کیا** انہوں نے مذکورہ چاروں عمروں کو شامل کیا اور جنھوں نے **تین عمروں کا قول کیا** انہوں نے حج والے عمرے کو ساقط کر دیا اور جنھوں نے دو عمروں کا قول کیا انہوں نے حج والے عمرے کو اور حدیبیہ والے عمرے کو ساقط کر دیا یا حج والے عمرے کو اور غزوہ حنین کے موقع والے عمرہ کو ساقط کر دیا۔

☆ ......رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں ایک ہی حج کیا اور وہ حجۃ الوداع ہے۔

بَابُ عُمْرَةٍ فِي رَمَضَانَ

عَنْ عَطَاءٍ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يُخْبِرُنَا يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِامْرَأَةٍ مِنَ الأَنْصَارِ سَمَّاهَا ابْنُ عَبَّاسٍ فَنَسِيتُ اسْمَهَا: "مَا مَنَعَكِ أَنْ تَحُجِّينَ مَعَنَا؟"، قَالَتْ: كَانَ لَنَا نَاضِحٌ فَرَكِبَهُ أَبُو فُلاَنٍ وَابْنُهُ، لِزَوْجِهَا وَابْنِهَا، وَتَرَكَ نَاضِحًا نَنْضَحُ عَلَيْهِ، قَالَ: فَإِذَا كَانَ رَمَضَانُ اعْتَمِرِي فِيهِ، فَإِنَّ عُمْرَةً فِي رَمَضَانَ حَجَّةٌ أَوْ نَحْوًا مِمَّا قَالَ".

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: رمضان میں عمرہ کرنا حج ہے اور فرمایا رمضان میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے۔

بَابُ أَجْرِ العُمْرَةِ عَلَى قَدْرِ النَّصَبِ

أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ يَصْدُرُ النَّاسُ بِنُسُكَيْنِ، وَأَصْدُرُ بِنُسُكٍ، فَقِيلَ لَهَا: انْتَظِرِي، فَإِذَا طَهُرْتِ فَاخْرُجِي إِلَى التَّنْعِيمِ فَأَهِلِّي، ثُمَّ ائْتِينَا بِمَكَانِ كَذَا، وَلَكِنَّهَا عَلَى قَدْرِ نَفَقَتِكِ أَوْ نَصَبِكِ".

"وَلَكِنَّهَا عَلَى قَدْرِ نَفَقَتِكِ أَوْ نَصَبِكِ". یہاں "او" تشکیک کے لئے نہیں بلکہ تعمیم کے لئے ہے۔
اس سے پتا چلا کہ عمرہ میں جتنی مشقت زیادہ برداشت کی جائے اور جتنا مال زیادہ خرچ کیا جائے اس کا اجر اتنا ہی بڑھ جاتا ہے۔

بَابُ الْمُعْتَمِرِ إِذَا طَافَ طَوَافَ الْعُمْرَةِ، ثُمَّ خَرَجَ، هَلْ يُجْزِئُهُ مِنْ طَوَافِ الْوَدَاعِ

(حج کے بعد) عمرہ کرنے والا عمرہ کا طواف کر کے مکہ سے چل دے تو طواف وداع کی ضرورت ہے یا نہیں ہے۔ امام بخاری نے اس کا حکم بیان نہیں کیا۔ اس کا حکم یہ ہے کہ ایسے شخص کے لئے طواف وداع کی ضرورت نہیں ہے اسے عمرے کا طواف کفایت کرے گا۔

بَابُ مَتَى يَحِلُّ الْمُعْتَمِرُ

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى، قَالَ: "اعْتَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاعْتَمَرْنَا مَعَهُ، فَلَمَّا دَخَلَ مَكَّةَ طَافَ وَطُفْنَا مَعَهُ، وَأَتَى الصَّفَا والمروة وَأَتَيْنَاهَا مَعَهُ، وَكُنَّا نَسْتُرُهُ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ أَنْ يَرْمِيَهُ أَحَدٌ، فَقَالَ لَهُ صَاحِبٌ لِي: أَكَانَ دَخَلَ الْكَعْبَةَ؟ قَالَ: لَا.

اس حدیث مبارکہ میں اس بات کا ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ شریف میں داخل نہیں ہوئے تھے حالنکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس موقع پر پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ شریف میں داخل نہیں ہوئے تھے۔

(قولہ صلی اللہ علیہ وسلم) بَشِّرُوا، خَدِيجَةَ بِبَيْتٍ مِنَ الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ لَا صَخَبَ فِيهِ وَلَا نَصَبَ".

اس حدیث مبارکہ سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی شان وعظمت کا پتا چلتا ہے۔

(قول اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا) فَلَمَّا مَسَحْنَا البيت أَحْلَلْنَا

کعبۃ اللہ کو چھونے کے بعد احرام کی پابندیوں سے باہر آنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بقیہ ارکان کو ادا نہیں کیا۔ بلکہ یہاں یہ مطلب ہے کہ بقیہ ارکان کو ادا کیا ہے مگر ان یہاں ذکر ان کے مشہور ہونے کی وجہ سے نہیں کیا۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: ﴿وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا﴾

عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ: "نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِينَا كَانَتِ الْأَنْصَارُ إِذَا حَجُّوا فَجَاءُوا لَمْ يَدْخُلُوا مِنْ قِبَلِ أَبْوَابِ بُيُوتِهِمْ وَلَكِنْ مِنْ ظُهُورِهَا، فَجَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَدَخَلَ مِنْ قِبَلِ بَابِهِ فَكَأَنَّهُ عُيِّرَ بِذَلِكَ، فَنَزَلَتْ: ﴿وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقَى وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا﴾ سورة البقرة آية 189".

زمانہ جاہلیت میں یہ رسم تھی کہ جب کوئی شخص حج یا عمرہ کا احرام باندھ لیتا اور وہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ مقیم ہوتا تو وہ اپنے گھر کے دروازے سے اپنے گھر میں داخل نہیں ہوتا بلکہ گھر کے پیچھے ایک سیڑھی رکھی جاتی تو وہ وہاں سے دیوار پھاند کر گھر میں داخل ہوتا اور بعض لوگ گھر کی دیوار میں نقب لگا کر اسے داخلی اور خارجی راستے کے طور پر استعمال کرتے۔ یہاں اسی بات سے منع کیا گیا ہے کہ ایسا کرنا کوئی نیکی کا کام نہیں ہے۔

اس آیت اور حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنی عقل سے عبادت کے طور طریقے وضع کرنا جائز نہیں ہے۔ اور اسی کا نام احداث فی الدین اور بدعت سیئہ ہے۔

بَابُ الْمُسَافِرِ إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ يُعَجِّلُ إِلَى أَهْلِهِ

حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا بِطَرِيقِ مَكَّةَ، فَبَلَغَهُ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ أَبِي عُبَيْدٍ شِدَّةُ وَجَعٍ، فَأَسْرَعَ السَّيْرَ حَتَّى كَانَ بَعْدَ غُرُوبِ الشَّفَقِ نَزَلَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ وَالْعَتَمَةَ جَمَعَ بَيْنَهُمَا، ثُمَّ قَالَ: "إِنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ أَخَّرَ الْمَغْرِبَ، وَجَمَعَ بَيْنَهُمَا".

اس حدیث مبارکہ میں مغرب اور عشاء کو جمع کرنے کا ذکر ہے تو اس جمع سے مراد جمع حقیقی نہیں ہے (یعنی ایک نماز کے وقت میں ہی دونوں کو جمع کرنا) بلکہ اس جمع صوری مراد ہے کہ مغرب کو اس کے آخری وقت میں ادا کرے اور عشاء کو اس کے اول وقت میں ادا کرے۔

آئمہ ثلاثہ کے نزدیک جمع (حقیقی) بین الصلوتین جائز ہے۔

احناف کے نزدیک جمع (حقیقی) بین الصلوتین صرف عرفات (عصر کو ظہر کے وقت میں پڑھا جاتا ہے) اور مزدلفہ (مغرب کو عشاء کے وقت میں پڑھا جاتا ہے) میں جائز ہے اور کسی جگہ نمازوں کو ایک وقت میں ادا کرنا جائز نہیں ہے۔ احناف کا استدلال قرآن پاک کی آیت سے ہے:

﴿إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتٰبًا مَوْقُوتًا﴾

ترجمہ کنزالایمان: بے شک نماز مسلمانوں پر وقت باندھا ہوا فرض ہے۔

اس آیت میں اس بات کی صراحت ہے کہ ہر نماز اس کے مقررہ وقت میں فرض کی گئی ہے۔ اور قرآن پاک کی آیت کے مقابلے میں اخبار احاد غیر مؤول کا بھی اعتبار نہیں کیا جاتا۔

نیز عبداللہ بن مسعود سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات اور مزدلفہ کے علاوہ ہمیشہ نماز کو اس کے وقت میں پڑھتے تھے۔

كتاب المحصر

کتاب: محرم کے روکے جانے اور شکار کا بدلہ دینے کے بیان میں

﴿فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ﴾

ترجمہ کنز الایمان: پھر اگر تم روکے جاؤ تو قربانی بھیجو جو میسر آئے اور اپنے سر نہ منڈاؤ جب تک قربانی اپنے ٹھکانے نہ پہنچ جائے

احصار کا معنی ہے روکنا منع کرنا یعنی انسان کوئی کام جس طرح کرنا چاہتا ہے اس کو اس کام سے روک دینا۔

احصار کی تعریف میں مذاہب آئمہ:

امام اعظم، صاحبین، امام زفر کا موقف:

ان حضرات کے نزدیک ہر وہ چیز جو انسان کو بیت اللہ تک پہنچنے نہ دے وہ حاصر ہے اور اس سے احصار ہو جاتا ہے۔ جیسے: مرض، دشمن، کسی عضو کا ٹوٹا ہوا ہونا، خوارک کا ختم ہونا وغیرہ۔

امام شافعی، امام مالک اور امام احمد کا موقف:

احصار صرف دشمن کے روکنے سے ہوتا ہے۔ مرض سے احصار ثابت نہیں ہوتا۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: ﴿حَصُورًا﴾ لَا يَأْتِي النِّسَاءَ.

امام بخاری نے کہا کہ "حصور" وہ شخص ہوتا ہے جو عورتوں کے پاس نہ جائے۔ آپ کا اشارہ اس آیت مبارکہ کی طرف ہے:

﴿أَنَّ اللهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيَى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِنَ اللهِ وَسَيِّدًا وَحَصُورًا وَنَبِيًّا مِنَ الصَّالِحِينَ﴾

"حصور" کا معنی ہے جو عورتوں کے خواہش پوری نہ کرتا ہو۔ یہ اللہ کے نبی حضرت یحیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفت ہے، حضرت یحیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام باوجود قدرت کے عورتوں کے پاس نہیں جاتے تھے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ وہ عنین تھے (معاذ اللہ عزوجل)۔ اور بعض نے کہا کہ عضو تناسل تنکے کے برابر تھا (معاذ اللہ عزوجل)۔ یہ بات غلط ہے کیوں کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ایسے اعذار سے پاک ہوتے ہیں۔

بَابُ الإِحْصَارِ فِي الْحَجِّ

عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمٌ، قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يَقُولُ: أَلَيْسَ حَسْبُكُمْ سُنَّةَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ "إِنْ حُبِسَ أَحَدُكُمْ عَنِ الْحَجِّ طَافَ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا، وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ حَلَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى يَحُجَّ عَامًا قَابِلًا، فَيُهْدِي أَوْ يَصُومُ إِنْ لَمْ يَجِدْ هَدْيًا"

بعض لوگوں نے حج اور عمرے میں فرق کیا۔ اگر وہ حج کرنے جا رہا ہے اور محصر ہو گیا تو اس پر قضا لازم ہے اور اگر عمرہ کرنے جا رہا ہے تو قضا لازم نہیں۔ احناف کے نزدیک حج ہو یا عمرہ محصر ہونے کی صورت میں دونوں کی قضا لازم ہے۔ کیوں کہ نفل کو شروع کرنے کے بعد اس کو پورا کرنا واجب ہے اور واجب کی قضاء لازم ہوتی ہے۔ اور اس پر دلیل قرآن مجید فرقان حمید کی یہ آیت ہے جس میں عمرہ اور حج کو پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

﴿وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ﴾

امام مالک فرماتے ہیں کہ احصار صرف حج میں ہوتا ہے کیوں کہ اس کا وقت مقرر ہے، عمرے میں احصار نہیں کیوں کہ اس کا وقت سارا سال رہتا ہے۔

قربانی حرم میں ضروری ہے یا نہیں؟

بعض کے نزدیک حرم سے باہر قربانی جائز ہے اور بعض کے نزدیک حرم سے باہر قربانی جائز نہیں ہے۔ اصل میں یہ اختلاف اس بات پر مبنی ہے کہ حدیبیہ حرم کا حصہ ہے یا نہیں۔ تو جن کے نزدیک حدیبیہ حرم کا حصہ ہے، ان کے نزدیک حرم سے باہر قربانی جائز نہیں، اور جن کے نزدیک حدیبیہ حرم کا حصہ نہیں ہے، ان کے نزدیک حرم سے باہر قربانی جائز ہے۔

كتاب جزاء الصيد

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ﴾

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو شکار نہ مارو جب تم احرام میں ہو اور تم میں جو اسے قصداً قتل کرے تو اس کا بدلہ یہ ہے کہ ویسا ہی جانور مویشی سے دے تم میں کے دو ثقہ آدمی اس کا حکم کریں یہ قربانی ہو کعبہ کو پہونچتی یا کفارہ دے چند مسکینوں کا کھانا یا اس کے برابر روزے کہ اپنے کام کا وبال چکھے اللہ نے معاف کیا جو ہو گزرا اور جو اب کرے گا اللہ اس سے بدلہ لے گا اور اللہ غالب ہے بدلہ لینے والا۔

مسئلہ محرم پر شکار یعنی خشکی کے کسی وحشی جانور کو مارنا حرام ہے۔

مسئلہ: جانور کی طرف شکار کرنے کے لئے اشارہ کرنا یا کسی طرح بتانا بھی شکار میں داخل اور ممنوع ہے۔

مسئلہ: حالتِ احرام میں ہر وحشی جانور کا شکار ممنوع ہے خواہ وہ حلال ہو یا نہ ہو۔

مسئلہ: حالتِ احرام میں جن جانوروں کا مارنا ممنوع ہے وہ ہر حال میں ممنوع ہے عمداً ہو یا خطاء، عمداً کا حکم تو اس آیت سے معلوم ہوا اور خطاء کا حدیث شریف سے ثابت ہے۔ (مدارک) ویسا ہی جانور دینے سے مراد یہ ہے کہ قیمت میں مارے ہوئے جانور کے برابر ہو حضرت امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما کا یہی قول ہے اور امام محمد و شافعی رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک خلقت و صورت میں مارے ہوئے جانور کی مثل ہونا مراد ہے۔ (مدارک و احمدی)

مسئلہ: یہ بھی جائز ہے کہ شکار کی قیمت کا غلہ خرید کر مساکین کو اس طرح دے کہ ہر مسکین کو صدقۂ فطر کے برابر پہنچے اور یہ بھی جائز ہے کہ اس قیمت میں جتنے مسکینوں کے ایسے حصے ہوتے تھے اتنے روزے رکھے۔

﴿اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ﴾

ترجمہ کنزالایمان: حلال ہے تمہارے لیے دریا کا شکار اور اس کا کھانا تمہارے اور مسافروں کے فائدے کو اور تم پر حرام ہے خشکی کا شکار (ف ۲۳۵) جب تک تم احرام میں ہو اور اللہ سے ڈرو جس کی طرف تمہیں اٹھنا ہے۔

اس آیت میں یہ مسئلہ بیان فرمایا گیا کہ محرم کے لئے دریا کا شکار حلال ہے اور خشکی کا حرام، دریا کا شکار وہ ہے جس کی پیدائش دریا میں ہو اور خشکی کا وہ جس کی پیدائش خشکی میں ہو۔

بَابُ مَا يَقْتُلُ الْمُحْرِمُ مِنَ الدَّوَابِّ

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "خَمْسٌ مِنَ الدَّوَابِّ كُلُّهُنَّ فَاسِقٌ، يَقْتُلُهُنَّ فِي الْحَرَمِ: الْغُرَابُ، وَالْحِدَأَةُ، وَالْعَقْرَبُ، وَالْفَأْرَةُ، وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ".

دواب:

''دواب'' دابہ کی جمع ہے۔ اور دابہ زمین پر چلنے والے جانور کو کہتے ہیں، چاہے دو ٹانگوں والا ہو یا چار ٹانگوں والا۔ پھر اس کا استعمال چار ٹانگوں والے جانور میں ہونے لگا۔ یہاں رینگنے والے اور اڑنے والے جانوروں کو بھی دابہ میں شامل کیا گیا ہے اور یہ تغلیباً ہے۔

حدیث مبارکہ میں جو پانچ جانور (کوا، چیل، چوہا، بچھو اور کاٹنے والا کتا) مذکور ہوئے ان میں حصر نہیں بلکہ جو بھی جانور ایذاء دینے والا ہو محرم اسے قتل کر سکتا ہے۔ جیسے: بھڑ، سانپ، چھپکلی وغیرہ۔

حدیث پاک میں ''وَزَغ'' کا لفظ آیا ہے اس سے مراد چھپکلی ہے اور بعض نے کہا اس سے مراد گرگٹ ہے۔

بَابُ لَا يُعْضَدُ شَجَرُ الْحَرَمِ

حرم کے درختوں کو کاٹنا جائز نہیں ہے۔ اگر کوئی انسان جرم کر کے حرم میں پناہ لیتا ہے تو اسے وہاں سزا نہیں دی جائے گی البتہ اسے وہاں سے نکلنے پر مجبور کیا جائے گا، وہ وہاں سے نکلے گا تو اسے سزا دی جائے گی۔ یہ عند الاحناف ہے اور اس پر استدلال قرآن پاک کی آیت سے ہے کہ جو اس میں داخل ہوا امان والا ہو گیا۔

بَابُ الْحِجَامَةِ لِلْمُحْرِمِ

"احْتَجَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ"

پچھنے لگوانے یا نہ لگوانے میں علماء کا اختلاف ہے۔

امام اعظم، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل:

محرم کے لئے پچھنے لگوانا جائز ہے۔ دوا میں خوشبو نہ ہو تو وہ بھی لگا سکتا ہے۔ البتہ وہ یہ کہتے ہیں کہ بال نہ ٹوٹے۔ اور ان کی دلیل یہی حدیث مبارکہ ہے۔

امام مالک:

بوقت ضرورت پچھنے لگوانا جائز ہے ورنہ نہیں۔

بَابُ تَزْوِيجِ الْمُحْرِمِ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَ مَيْمُونَةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ".

محرم نکاح کرسکتا ہے یا نہیں اس میں علماء کا اختلاف ہے

آئمہ ثلاثہ:

محرم نہ خود نکاح کرسکتا ہے نہ کسی کا نکاح کرواسکتا ہے اور نہ ہی نکاح کا پیغام بھیج سکتا ہے۔ آپ حضرات کا استدلال مسلم شریف کی روایت سے جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حالت احرام میں نکاح سے منع فرمایا۔

احناف:

محرم حالت احرام میں نکاح کرسکتا ہے۔ لیکن جماع کرنا جائز نہیں ہے۔ ہماری دلیل یہی حدیث مبارکہ ہے۔ جس میں رسول اللہ ﷺ نے حالت احرام میں حضرت میمونہ سے نکاح فرمایا۔

رد:

آپ کی پیش کردہ حدیث ہماری پیش کردہ حدیث سے منسوخ ہے۔

بَابُ مَا يُنْهَى مِنَ الطِّيبِ لِلْمُحْرِمِ وَالْمُحْرِمَةِ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: "وَقَصَتْ بِرَجُلٍ مُحْرِمٍ نَاقَتُهُ فَقَتَلَتْهُ، فَأُتِيَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: اغْسِلُوهُ وَكَفِّنُوهُ، وَلَا تُغَطُّوا رَأْسَهُ، وَلَا تُقَرِّبُوهُ طِيبًا فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يُهِلُّ".

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک محرم شخص کے اونٹ نے حجۃ الوداع کے موقع پر اس کی گردن (گرا کر) توڑ دی اور اسے جان سے مار دیا، اس شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لایا گیا تو آپ نے فرمایا کہ انہیں غسل اور کفن دے دو لیکن ان کا سر نہ ڈھکو اور نہ خوشبو لگاؤ کیونکہ (قیامت میں) یہ لبیک کہتے ہوئے اٹھے گا۔

محرم حالت احرام میں فوت ہوتا ہے تو اس کے کفن دفن کے معاملے میں علماء کا اختلاف ہے

امام شافعی اور امام احمد:

محرم حالت احرام میں فوت ہوتا ہے تو اسے اسی حالت میں دفن کیا جائے گا اور خوشبو نہیں لگائی جائے گی۔

امام اعظم اور امام مالک:

محرم حالت احرام میں فوت ہوتا ہے تو اس کے ساتھ عام میت والا ہی معاملہ کیا جائے گا۔ آپ حضرات کی دلیل یہ ہے کہ مرنے کے بعد اس سے زندوں والے معاملات منقطع ہو گئے۔ اور آپ کی پیش کردہ حدیث عام نہیں بلکہ خاص ہے۔ اگر عام ہوتی تو رسول اللہ ﷺ فرما دیتے کہ جو بھی حالت احرام میں فوت ہو اس کو ایسے ہی دفن کیا جائے۔

باب الاغتسال

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حُنَيْنٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الْعَبَّاسِ، وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ اخْتَلَفَا بِالْأَبْوَاءِ، فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ: يَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَأْسَهُ؟ وَقَالَ الْمِسْوَرُ: لَا يَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَأْسَهُ، فَأَرْسَلَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْعَبَّاسِ إِلَى أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ فَوَجَدْتُهُ يَغْتَسِلُ بَيْنَ الْقَرْنَيْنِ وَهُوَ يُسْتَرُ بِثَوْبٍ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَقَالَ: مَنْ هَذَا؟ فَقُلْتُ: أَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ حُنَيْنٍ، أَرْسَلَنِي إِلَيْكَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْعَبَّاسِ أَسْأَلُكَ، "كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْسِلُ رَأْسَهُ وَهُوَ مُحْرِمٌ؟ فَوَضَعَ أَبُو أَيُّوبَ يَدَهُ عَلَى الثَّوْبِ، فَطَأْطَأَهُ حَتَّى بَدَا لِي رَأْسُهُ، ثُمَّ قَالَ لِإِنْسَانٍ يَصُبُّ عَلَيْهِ اصْبُبْ: فَصَبَّ عَلَى رَأْسِهِ، ثُمَّ حَرَّكَ رَأْسَهُ بِيَدَيْهِ فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَدْبَرَ، وَقَالَ: هَكَذَا رَأَيْتُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ.

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں زید بن اسلم نے، انہیں ابراہیم بن عبداللہ بن حنین نے، انہیں ان کے والد نے کہ عبداللہ بن عباس اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہم کا مقام ابواء میں (ایک مسئلہ پر) اختلاف ہوا۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھے ابوایوب رضی اللہ عنہ کے یہاں (مسئلہ پوچھنے کے لیے) بھیجا، میں جب ان کی خدمت میں پہنچا تو وہ کنوئیں کے دو لکڑیوں کے بیچ غسل کر رہے تھے، ایک کپڑے سے انہوں نے پردہ کر رکھا تھا میں نے پہنچ کر سلام کیا تو انہوں نے دریافت فرمایا کہ کون ہو؟ میں نے عرض کی کہ میں عبداللہ بن حنین ہوں، آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مجھے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بھیجا ہے یہ دریافت کرنے کے لیے کہ احرام کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سر مبارک کس طرح دھوتے تھے۔ یہ سن کر انہوں نے کپڑے پر (جس سے پردہ تھا) ہاتھ رکھ کر اسے نیچے کیا۔ اب آپ کا سر دکھائی دے رہا تھا، جو شخص ان کے بدن پر پانی ڈال رہا تھا، اس سے انہوں نے پانی ڈالنے کے لیے کہا۔ اس نے ان کے سر پر پانی ڈالا، پھر انہوں نے اپنے سر کو دونوں ہاتھ سے ہلایا اور دونوں ہاتھ آگے لے گئے اور پھر پیچھے لائے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (احرام کی حالت میں) اسی طرح کرتے دیکھا تھا۔

اگر محرم جنبی ہو گیا تو پھر تو اسے غسل کرنا ہی کرنا ہے۔ اگر جنبی نہیں ہے تو:

احناف:

کے نزدیک غسل کر سکتا ہے۔ مگر یہ احتیاط کرے کہ بال نہ ٹوٹے۔ اگر بال ٹوٹے گا تو جرمانہ دینا ہوگا۔

بَابُ لُبْسِ السِّلَاحِ لِلْمُحْرِمِ

وَقَالَ عِكْرِمَةُ: إِذَا خَشِيَ الْعَدُوَّ لَبِسَ السِّلَاحَ وَافْتَدَى، وَلَمْ يُتَابَعْ عَلَيْهِ فِي الْفِدْيَةِ.

عکرمہ رحمہ اللہ نے کہا کہ اگر دشمن کا خوف ہو اور کوئی ہتھیار باندھے تو اسے فدیہ دینا چاہئے لیکن عکرمہ کے سوا اور کسی نے یہ نہیں کہا کہ فدیہ دے۔

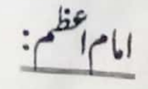
دیگر علماء کا موقف یہ ہے کہ اگر دشمن کا خوف ہو تو ہتھیار باندھ سکتا ہے لیکن عکرمہ کی اتباع فدیہ کے قول میں کسی نے نہیں کی۔

بَابُ دُخُولِ الْحَرَمِ وَمَكَّةَ بِغَيْرِ إِحْرَامٍ

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، "أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ وَعَلَى رَأْسِهِ الْمِغْفَرُ، فَلَمَّا نَزَعَهُ جَاءَ رَجُلٌ، فَقَالَ: إِنَّ ابْنَ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ، فَقَالَ: اقْتُلُوهُ".

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ابن شہاب زہری نے اور انہیں انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے آ کر خبر دی کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر پر خود تھا۔ جس وقت آپ نے اتارا تو ایک شخص نے خبر دی کہ ابن خطل کعبہ کے پردوں سے لٹک رہا ہے آپ نے فرمایا کہ اسے قتل کر دو۔

بنا احرام حرم میں دخول جائز ہے یا نہیں:



امام اعظم:

بلا احرام کے حرم میں داخل ہونا جائز نہیں خواہ حج یا عمرہ کا ارادہ ہو یا نہ ہو۔ بلا احرام حرم میں داخل ہوا تو دم لازم آئے گا۔

امام مالک اور امام شافعی:

جس کا حج یا عمرہ کرنے کا ارادہ نہیں ہے وہ بغیر احرام کے حرم میں داخل ہو سکتا ہے۔

امام احمد اور امام شافعی کا مشہور قول:

میقات کے باہر سے آنے کا تو بلا احرام کے حرم میں داخل ہونا جائز نہیں ہے۔ البتہ امام شافعی نے فرمایا بلا احرام حرم میں داخل ہوا تو اس پر فدیہ نہیں لیکن گناہ گار ہوگا۔

☆— جو لوگ میقات کے اندر اور حرم سے باہر رہتے ہیں وہ حج یا عمرہ کا ارادہ نہ رکھتے ہوں تو بلا احرام حرم میں داخل ہو سکتے ہیں۔

☆— جو لوگ میقات کے اندر کے رہنے والے ہیں مگر حرم سے باہر ہیں ان کے احرام کی جگہ حل یعنی بیرون حرم ہے حرم سے باہر جہاں چاہیں احرام باندھیں اور بہتر یہ کہ گھر سے احرام باندھیں اور یہ لوگ اگر حج یا عمرہ کا ارادہ نہ رکھتے ہوں تو بغیر احرام مکہ معظمہ جا سکتے ہیں۔ (بہار شریعت)

☆— مکہ معظمہ جانے کا ارادہ نہ ہو بلکہ میقات کے اندر کسی اور جگہ مثلاً جدہ جانا چاہتا ہے تو اسے احرام کی ضرورت نہیں پھر وہاں سے اگر مکہ معظمہ جانا چاہے تو بغیر احرام جا سکتا ہے لہٰذا جو شخص حرم میں بغیر احرام جانا چاہتا ہے وہ یہ حیلہ کر سکتا ہے بشرطیکہ واقعی اس کا ارادہ پہلے مثلاً جدہ جانے کا ہو۔ نیز مکہ معظمہ حج اور عمرہ کے ارادہ سے نہ جاتا ہو مثلاً تجارت کے لیے جدہ جاتا ہے اور وہاں سے فارغ ہو کر مکہ معظمہ جانے کا ارادہ ہے اور اگر پہلے ہی سے مکہ معظمہ کا ارادہ ہے تو اب بغیر احرام نہیں جا سکتا۔ جو شخص دوسرے کی طرف سے حج بدل کو جاتا ہو اسے یہ حیلہ جائز نہیں۔ (بہار شریعت)

بَابُ الْحَجِّ وَالنُّذُورِ عَنِ الْمَيِّتِ، وَالرَّجُلُ يَحُجُّ عَنِ الْمَرْأَةِ

حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، أَنَّ امْرَأَةً مِنْ جُهَيْنَةَ جَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: "إِنَّ أُمِّي نَذَرَتْ أَنْ تَحُجَّ فَلَمْ تَحُجَّ حَتَّى مَاتَتْ، أَفَأَحُجُّ عَنْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ، حُجِّي عَنْهَا، أَرَأَيْتِ لَوْ كَانَ عَلَى أُمِّكِ دَيْنٌ أَكُنْتِ قَاضِيَةً؟ اقْضُوا اللَّهَ، فَاللَّهُ أَحَقُّ بِالْوَفَاءِ".

ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ابوعوانہ وضاح یشکری نے بیان کیا، ان سے ابوبشر جعفر بن ایاس نے، ان سے سعید بن جبیر نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ قبیلہ جہینہ کی ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا کہ میری والدہ نے حج کی منت مانی تھی لیکن وہ حج نہ کر سکیں اور ان کا انتقال ہو گیا تو کیا میں ان کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں ان کی طرف سے تو حج کر۔ کیا تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو تم اسے ادا نہ کرتیں؟ اللہ تعالیٰ کا قرضہ تو اس کا سب سے زیادہ مستحق ہے کہ اسے پورا کیا جائے۔

پس اللہ تعالیٰ کا قرض ادا کرنا بہت ضروری ہے۔

جب ایک آدمی فوت ہو جائے اس پر فرض یا نذر کا حج ہو تو اس کی طرف سے حج کرنا جائز ہے خواہ اس نے وصیت نہ کی ہو۔

جس کو حج کرنے کا کہا جا رہا ہے اس پر حج فرض نہ ہوا ہو اگر اس پر حج فرض ہوگا تو جو اس کو حج کرنے کا حکم دے رہا ہے اس کے لئے یہ مکروہ تحریمی ہے اور جس کو حکم دیا جا رہا ہے اس کے لئے مکروہ تحریمی ہے۔ حج بدل اس شخص سے کروایا جائے جو اس کے احکام جانتا ہو۔

بَابُ حَجِّ الصِّبْيَانِ

نابالغ کا حج منعقد ہوتا ہے یا نہیں؟

امام مالک اور امام شافعی:

نابالغ کا حج منعقد ہے۔

احناف:

نابالغ کا حج منعقد نہیں۔

نابالغ نے حج کیا تو کیا اس کا یہ حج اس کو بالغ ہونے کے بعد حج فرض ہونے کی صورت میں کفایت کرے گا؟

امام مالک اور امام شافعی:

بالغ ہونے کے بعد حج فرض ہونے کی صورت میں کفایت نہیں کرے گا۔

داود ظاہری:

بالغ ہونے کے بعد حج فرض ہونے کی صورت میں کفایت کرے گا۔ (نعمۃ الباری جلد 4 ص:300)

باب حج النساء

"أَذِنَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لِأَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي آخِرِ حَجَّةٍ حَجَّهَا، فَبَعَثَ مَعَهُنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ، وَعَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ".

عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے آخری حج کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو حج کی اجازت دی تھی اور ان کے ساتھ عثمان بن عفان اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کو بھیجا تھا۔

خلافت کے ابتدائی دور میں حضرت عمر نے امہات المؤمنین کو حج سے منع کر دیا

﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور بے پردہ نہ رہو جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی۔

مگر خلافت کے آخری دور میں انہیں حج کی اجازت دے دی، کہ حج عظیم عبادت ہے تو میں اس عبادت سے کیوں روکوں؟

سوال: حج کے لئے بنا محرم کے جانا جائز نہیں ہے، جبکہ عثمان بن عفان اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما امہات المؤمنین کے محرم نہیں ہیں

جواب: محرم وہ ہوتا ہے جس کے ساتھ دائما نکاح حرام ہو اور امہات المؤمنین کے ساتھ امتی کا نکاح دائما حرام ہے لہذا امتی، امہات المؤمنین کے محرم ہوئے۔

بَابُ مَنْ نَذَرَ الْمَشْيَ إِلَى الْكَعْبَةِ

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى شَيْخًا يُهَادَى بَيْنَ ابْنَيْهِ، قَالَ: مَا بَالُ هَذَا؟ قَالُوا: نَذَرَ أَنْ يَمْشِيَ، قَالَ: إِنَّ اللَّهَ عَنْ تَعْذِيبِ هَذَا نَفْسَهُ لَغَنِيٌّ، وَأَمَرَهُ أَنْ يَرْكَبَ".

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا جو اپنے دو بیٹوں کا سہارا لیے چل رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا ان صاحب کا کیا حال ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ انہوں نے کعبہ کو پیدل چلنے کی منت مانی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس سے بے نیاز ہے کہ یہ اپنے کو تکلیف میں ڈالیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سوار ہونے کا حکم دیا۔

کعبۃ اللہ تک پیدل جانے کی نذر مانی مگر راستے میں اس سے عاجز آ گیا اور راستے میں سواری پر سوار ہو گیا تو امام اعظم اور امام شافعی کے نزدیک ایک بکری بطور دم دے امام اعظم نے فرمایا اگر وہ عاجز آئے بغیر سوار ہو گیا تو قسم توڑنے کا کفارہ بھی ادا کرے۔

کتاب فضائل المدینة

حاضری سرکار اعظم مدینہ طیبہ حضور حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(۱) زیارت اقدس قریب بواجب ہے، بہت لوگ دوست، بن کر طرح طرح ڈراتے ہیں، راہ میں خطرہ ہے وہاں بیماری ہے، خبردار! کسی کی نہ سنو، اور ہر گز محرومی کا داغ لے کر نہ پلٹو، جان ایک دن جانی ضرور ہے اس سے کیا بہتر ہے کہ ان کی راہ میں جائے۔ اور تجربہ ہے کہ جو ان کا دامن تھام لیتا ہے اسے اپنے سایہ میں بآرام لے جاتے ہیں کیل کا کھٹکا نہیں ہوتا۔ والحمد للہ۔

(۲) حاضری میں خاص زیارت اقدس کی نیت کرو یہاں تک کہ امام ابن الہمام فرماتے ہیں اس بار مسجد شریف کی بھی نیت نہ کرے۔

(۳) راستہ بھر درود و ذکر شریف میں ڈوب جاؤ۔

(۴) جب حرم مدینہ نظر آئے بہتر یہ ہے کہ پیادہ ہولو، روتے، سر جھکاتے، آنکھیں نیچی کیے، اور ہو سکے تو ننگے پاؤں چلو بلکہ

ے جائے سر است اینکہ تو پا می نہی پائے نہ بینی کہ کجا می نہی

ے حرم کی زمین اور قدم رکھ کے چلنا ارے سر کا موقعہ ہے او جانے والے

(۵) جب قبہ انور پر نگاہ پڑے درود و سلام کی کثرت کرو۔

(۶) جب شہر اقدس تک پہنچو جلال و جمال محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصور میں غرق ہو جاؤ۔

(۷) حاضری مسجد سے پہلے تمام ضروریات جن کا لگاؤ دل بٹنے کا باعث ہو نہایت جلد فارغ ہو، ان کے سوا کسی بیکار بات میں مشغول نہ ہو۔ معاً وضو اور مسواک کرو اور غسل بہتر، سفید و پاکیزہ کپڑے پہنو اور نئے بہتر، سرمہ اور خوشبو لگاؤ اور مشک افضل ہے۔

(۸) اب فوراً آستانہ اقدس کی طرف نہایت خشوع وخضوع سے متوجہ ہو، رونا نہ آئے تو رونے کا منہ بناؤ، اور دل کو بزور رونے پر لاؤ اور اپنی سنگدلی سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف متوجہ کرو۔

(۹) جب در مسجد پر حاضر ہو صلوٰۃ و سلام عرض کر کے تھوڑا ٹھہرو جیسے سرکار سے حاضری کی اجازت مانگتے ہو، بسم اللہ کہہ کر سیدھا پاؤں پہلے رکھ کہ ہمہ تن ادب ہو کر داخل ہو۔

(۱۰) اس وقت جو ادب و تعظیم فرض ہے ہر مسلمان کا دل جانتا ہے کہ آنکھوں کان، زبان، ہاتھ، پاؤں، دل سب خیال غیر سے پاک کرو۔ مسجد اقدس کے نقش ونگار نہ دیکھو۔

(۱۱) اگر کوئی ایسا سامنے آجائے جس سے سلام کلام ضرور ہو تو جہاں تک بنے کترا جاؤ، ورنہ ضرورت سے زیادہ نہ بڑھو، پھر بھی دل سرکار ہی کی طرف ہو۔

(۱۲) ہرگز ہرگز مسجد اقدس میں کوئی حرف چلا کر نہ نکلے۔

(۱۳) یقین جانو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سچی حقیقی دنیاوی جسمانی حیات سے ویسے ہی زندہ ہیں جیسے وفات شریف سے پہلے تھے۔ ان کی اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی موت صرف وعدہ خدا کی تصدیق کو ایک آن کے لیے تھی۔ ان کا انتقال صرف نظر عوام سے چھپ جانا ہے۔

امام محمد ابن الحاج مکی مدخل اور امام احمد قسطلانی مواہب اللدنیہ میں اور ائمہ دین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین فرماتے ہیں:

لَا فَرْقَ بَيْنَ مَوْتِهٖ وَحَيَاتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مُشَاهَدَتِهٖ لِاُمَّتِهٖ وَمَعْرِفَتِهٖ بِاَحْوَالِهِمْ وَنِيَّاتِهِمْ وَعَزَائِمِهِمْ وَخَوَاطِرِهِمْ وَذَالِكَ عِنْدَهٗ جَلِيٌّ لَا خِفَاءَ بِهٖ۔

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات وفات میں اس بات میں کچھ فرق نہیں کہ وہ اپنی امت کو دیکھ رہے ہیں اور ان کی حالتوں اور ان کی نیتوں، ان کے ارادوں، ان کے دلوں کے خیالوں کو پہچانتے ہیں، اور یہ سب حضور پر ایسا روشن ہے جس میں اصلاً کوئی پوشیدگی نہیں۔

امام رحمہ اللہ تلمیذ امام محقق ابن الہمام منسک متوسط اور علی قاری مکی اس کی شرح مسلک متقسط میں فرماتے ہیں:

اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَالِمٌ بِحُضُوْرِكَ وَقِيَامِكَ وَسَلَامِكَ اَيْ بَلْ بِجَمِيْعِ اَفْعَالِكَ وَاَحْوَالِكَ وَارْتِحَالِكَ وَمَقَامِكَ۔

ترجمہ: بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیری حاضری اور تیرے کھڑے ہونے اور تیرے سلام بلکہ تیرے تمام افعال واحوال وکوچ ومقام سے آگاہ ہیں۔

(۱۴) اب اگر جماعت قائم ہو شریک ہو جاؤ کہ اس میں تحیۃ المسجد بھی ادا ہو جائیگی ورنہ اگر غلبہ شوق مہلت دے اور اس وقت کراہت نہ ہو تو دو رکعت تحیۃ المسجد و شکرانہ حاضری دربارہ اقدس صرف قُل یا اور قُل سے بہت ہلکی مگر رعایت سنت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ جہاں اب وسط کریم میں محراب بنی ہے اور وہاں نہ ملے تو جہاں تک ہو سکے اس کے نزدیک ادا کرو، پھر سجدہ شکر میں دعا کرو کہ الٰہی! اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادب اور ان کا اور اپنا قبول نصیب کر۔ آمین!

(۱۵) اب کمال ادب میں ڈوبے ہوئے گردن جھکائے آنکھیں نیچی کیے، لرزتے، کانپتے، گناہوں کی ندامت سے پسینہ پسینہ ہوتے حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عفو وکرم کی امید رکھتے حضور والا کی پائیں یعنی مشرق کی طرف سے مواجہہ عالیہ میں حاضر ہو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مزار انور میں روبقبلہ جلوہ فرما ہیں اس سمت سے حاضر ہو کہ حضور کی نگاہ بیکس پناہ تمھاری طرف ہوگی اور یہ بات تمھارے لیے دونوں جہان میں کافی ہے۔ والحمدللہ۔

(۱۶) اب کمال ادب وہیبت وخوف وامید کے ساتھ زیر قندیل اس چاندی کی کیل کے جو حجرہ مطہرہ کی جنوبی دیوار میں چہرہ انور کے مقابل لگی ہے کم از کم چار ہاتھ کے فاصلہ سے قبلہ کو پیٹھ اور مزار انور کو منہ کر کے نماز کی طرح ہاتھ باندھے کھڑے ہو، لباب وشرح لباب واختیار شرح مختار، فتاوائے عالمگیری وغیرہا معتمد کتابوں میں اس کی تصریح فرمائی کہ یقف کمافی الصلوٰۃ، حضور کے سامنے ایسا کھڑا ہو جیسا نماز میں کھڑا ہوتا ہے، یہ عبارت عالمگیری واختیار کی ہے،

اور لباب میں فرمایا: وَاضِعًا يَمِيْنَهٗ عَلٰى شِمَالِهٖ ۲ ؎ دست بستہ دہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر کھڑا ہو۔

(۱۷) خبردار جالی شریف کو بوسہ دینے یا ہاتھ لگانے سے بچو کہ خلاف ادب ہے بلکہ چار ہاتھ فاصلہ سے زیادہ قریب نہ جاؤ یہ ان کی رحمت کیا کم ہے کہ تم کو اپنے حضور بلایا اور اپنے مواجہہ اقدس میں جگہ بخشی، ان کی نگاہ کریم اگرچہ تمھاری طرف تھی اب خصوصیت اور اس درجہ قرب کے ساتھ ہے والحمدللہ۔

(۱۸) الحمدللہ اب کہ دل کی طرح تمھارا منہ بھی اس پاک جالی کی طرف ہے جو اللہ عزوجل کے محبوب عظیم الشان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آرام گاہ ہے نہایت ادب ووقار کے ساتھ باآواز حزیں وصورت درد آگیں، ودل شرمناک وجگر چاک چاک، معتدل آواز سے نہ بلند وسخت (کہ ان کے حضور آواز بلند کرنے سے عمل اکارت ہو جاتے ہیں) نہ نہایت نرم وپست (کہ سنت کے خلاف

سے آگے بڑھ کر مواجہہ اقدس میں ... حاضر ہو، پھر تسلیم بجا لاؤ اور عرض کرو:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَيْرَ خَلْقِ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا شَفِيْعَ الْمُذْنِبِيْنَ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ وَاُمَّتِكَ اَجْمَعِيْنَ۔

ترجمہ: (اے نبی! آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت و برکات ہوں۔ اے اللہ کے رسول! آپ پر سلام ہو۔ اے مخلوقِ خدا میں سب سے بہتر! آپ پر سلام ہو۔ اے گنہگاروں کی شفاعت فرمانے والے! آپ پر سلام ہو۔ آپ پر، اور آپ کی آل و اصحاب پر اور تمام امت پر سلام ہو۔)

(۱۹) جہاں تک ممکن ہو اور زبان یاری دے اور ملال و کسل نہ ہو صلوٰۃ و سلام کی کثرت کرو۔ حضور سے اپنے لیے اور اپنے ماں باپ، پیر، استاد، اولاد، عزیزوں، دوستوں اور سب مسلمانوں کے لیے شفاعت مانگو، بار بار عرض کرو: اَسْئَلُكَ الشَّفَاعَةَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (اے اللہ کے رسول! آپ سے شفاعت کا سوالی ہوں۔)

(۲۰) پھر اگر کسی نے عرض سلام کی وصیت کی ہو بجا لاؤ، شرعاً اس کا حکم ہے، اور یہ فقیر ذلیل ان مسلمانوں کو جو اس رسالہ کو دیکھیں وصیت کرتا ہے کہ جب انہیں حاضری نصیب ہو بارگاہِ اقدس میں ... یہ الفاظ عرض کر کے اس نالائق ننگِ خلائق پر احسان فرمائیں، اللہ ان کو دونوں جہاں میں جزا بخشے۔ آمین:

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَعَلٰى اٰلِكَ وَذُرِّيَّتِكَ فِيْ كُلِّ اٰنٍ وَّلَحْظَةٍ عَدَدَ كُلِّ ذَرَّةٍ اَلْفَ اَلْفَ مَرَّةٍ مِّنْ عُبَيْدِكَ اَحْمَدَ رَضَا ابْنِ نَقِيْ عَلِيْ يَسْئَلُكَ الشَّفَاعَةَ فَاشْفَعْ لَهٗ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ۔

ترجمہ: (اے اللہ کے رسول! آپ پر صلوٰۃ و سلام ہو اور آپ کی آل و ذریت پر بھی ہر ذرہ کے برابر، لاکھوں مرتبہ آپ کے غلام احمد رضا ابن نقی علی پر، اور وہ آپ سے شفاعت کا خواستگار ہے آپ اس کی اور تمام مسلمانوں کی شفاعت فرمائیے۔)

(۲۱) پھر اپنے دہنے ہاتھ یعنی مشرق کی طرف ہاتھ بھر ہٹ کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرۂ نورانی کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کرو:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَلِيْفَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ فِي الْغَارِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔

ترجمہ: (اے اللہ کے رسول کے خلیفہ! آپ پر سلام۔ اے رسول اللہ کے یارِ غار! آپ پر سلام اور اللہ کی رحمت و برکات کا نزول ہو۔)

(۲۲) پھر اتنا ہی اور ہٹ کر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روبرو کھڑے ہو کر عرض کرو:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُتَمِّمَ الْاَرْبَعِيْنَ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عِزَّ الْاِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔

ترجمہ: (اے امیر المومنین! آپ پر سلام۔ اے چالیس مسلمان پورے فرمانے والے! آپ پر سلام۔ اے اسلام اور مسلمانوں کی عزت! آپ پر سلام اور رحمت و برکاتِ الٰہی کا نزول ہو۔)

(۲۳) پھر بالشت بھر مغرب کی طرف پلٹو اور صدیق و فاروق کے درمیان کھڑے ہو کر عرض کرو:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَا خَلِيْفَتَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَا وَزِيْرَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَا ضَجِيْعَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ، اَسْئَلُكُمَا الشَّفَاعَةَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلَيْكُمَا وَبَارَكَ وَسَلَّمَ

ترجمہ: (اے رسول اللہ کے دونوں خلیفہ! تم پر سلام ہو۔ اے رسول اللہ کے دونوں وزیرو! تم پر سلام ہو۔ اے رسول اللہ کے پہلو میں لیٹنے والو! تم پر سلام اور اللہ کی رحمتوں و برکات کا نزول ہو۔ آپ دونوں سے درخواست ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیکما وبارک وسلم کی خدمتِ اقدس میں میرے لیے شفاعت کا وسیلہ اور سہارا بنو۔)

(۲۴) یہ سب حاضریاں محلِ اجابت ہیں، دعا میں کوشش کرو، دعائے جامع کرو، درود پر قناعت بہتر ہے۔

(۲۵) پھر منبرِ اطہر کے قریب دعا مانگو۔

(۲۶) پھر جنت کی کیاری میں (یعنی جو جگہ منبر و حجرۂ منورہ کے درمیان ہے اسے حدیث میں جنت کی کیاری فرمایا) آ کر دو رکعت نفل غیر وقتِ مکروہ میں پڑھ کر دعا کرو۔

(۲۷) یونہی مسجد شریف کے ہر ستون کے پاس نماز پڑھو اور دعا مانگو کہ محلِ برکات ہیں خصوصاً بعض میں خاص خصوصیت۔

(۲۸) جب تک مدینہ طیبہ کی حاضری نصیب ہو ایک سانس بیکار نہ جانے دو، ضروریات کے سوا اکثر وقت مسجد شریف میں باطہارت حاضر رہو، نماز و تلاوت و درود میں وقت گزارو، دنیا کی بات کسی مسجد میں نہ چاہیے نہ کہ یہاں۔

(۲۹) ہمیشہ ہر مسجد میں جاتے اعتکاف کی نیت کر لو، یہاں تمہاری یاددہانی ہی کو دروازہ سے بڑھتے ہی یہ کتبہ ملے گا۔ نَوَيْتُ سُنَّةَ الْاِعْتِكَافِ ترجمہ: (میں نے سنتِ اعتکاف کی نیت کی۔)

(۳۰) مدینہ طیبہ میں روزہ نصیب ہو خصوصاً گرمی میں تو کیا کہنا کہ اس پر وعدۂ شفاعت ہے۔

(۳۱) یہاں ہر نیکی ایک کی پچاس ہزار لکھی جاتی ہے، لہٰذا عبادت میں زیادہ کوشش کرو، کھانے پینے کی کمی ضرور کرو۔

(۳۲) قرآن مجید کا کم سے کم ایک ختم یہاں اور حطیم کعبہ معظمہ میں کر لو۔

(۳۳) روضہ انور پر نظر بھی عبادت ہے جیسے کعبہ معظمہ یا قرآن مجید کا دیکھنا تو ادب کے ساتھ اس کی کثرت کرو اور درود وسلام عرض کرو۔

(۳۴) پنجگانہ یا کم از کم صبح وشام مواجہہ شریف میں عرض سلام کے لیے حاضر ہو۔

(۳۵) شہر میں یا شہر سے باہر جہاں کہیں گنبد مبارک پر نظر پڑے فوراً دست بستہ ادھر منہ کر کے صلوۃ وسلام عرض کرو بغیر اس کے ہرگز نہ گزرو کہ خلاف ادب ہے۔

(۳۶) ترک جماعت بلا عذر ہر جگہ گناہ ہے اور کئی بار ہو تو سخت حرام وگناہ کبیرہ، اور یہاں تو گناہ کے علاوہ کیسی سخت محرومی ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ، صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جسے میری مسجد میں چالیس نمازیں فوت نہ ہوں اس کے لیے دوزخ ونفاق سے آزادیاں لکھی جائیں۔

(۳۷) قبر کریم کو ہرگز پیٹھ نہ کرو اور حتی الامکان نماز میں بھی ایسی جگہ کھڑے ہو کہ پیٹھ کرنی نہ پڑے۔

(۳۸) روضہ انور کا طواف کرو۔ نہ سجدہ، نہ اتنا جھکنا کہ رکوع کے برابر ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ان کی اطاعت میں ہے۔

(۳۹) بقیع واُحد وقبا کی زیارت سنت ہے۔ مسجد قبا کی دو رکعت کا ثواب ایک عمرے کے برابر ہے اور چاہو تو یہیں حاضر رہو، سیدی ابن ابی جمرہ قدس سرہ، جب حضور ہوتے آٹھوں پہر برابر حضوری میں کھڑے رہتے۔ ایک دن بقیع وغیرہ کی زیارت کا خیال آیا پھر فرمایا یہ ہے اللہ کا دروازہ بھیک مانگنے والوں کے لیے کھلا ہے اسے چھوڑ کر کہاں جاؤں۔ سرایں جا سجدہ ایں جا بندگی ایں جا قرار ایں جا

(۴۰) وقت رخصت مواجہہ انور میں حاضر ہو اور حضور سے بار بار اس نعمت کی عطا کا سوال کرو، اور تمام آداب کہ کعبہ معظمہ سے رخصت میں گزرے ملحوظ رکھو اور سچے دل سے دعا کرو کہ الٰہی! ایمان وسنت پر مدینہ طیبہ میں مرنا اور بقیع پاک میں دفن ہونا نصیب ہو۔ اللّٰھم ارزقنا امین امین یاارحم الراحمین وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا محمد والہ وصحبہ وابنہ وحزبہ اجمعین والحمدللہ رب العالمین۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰)

بَابُ حَرَمِ الْمَدِينَةِ

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "الْمَدِينَةُ حَرَمٌ مِنْ كَذَا إِلَى كَذَا، لَا يُقْطَعُ شَجَرُهَا، وَلَا يُحْدَثُ فِيهَا حَدَثٌ مَنْ أَحْدَثَ حَدَثًا، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ".

ترجمہ: انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ حرم ہے فلاں جگہ سے فلاں جگہ تک (یعنی جبل عیر سے ثور تک) اس حد میں کوئی درخت نہ کاٹا جائے نہ کوئی بدعت کی جائے اور جس نے بھی یہاں کوئی بدعت نکالی اس پر اللہ تعالیٰ اور تمام ملائکہ اور انسانوں کی لعنت ہے۔

یہ باب حرم مدینہ کی فضیلت میں حرم کو حرم اس کئے کہتے ہیں کہ وہ بہت سی چیزیں جو دوسری جگہوں میں حرام نہیں ہوتیں وہ اس شہر میں حرام ہوتی ہیں۔

بدعت کا حکم مدینہ میں سخت اس لئے ہے کہ یہاں تمام دنیا سے لوگ آتے ہیں جب وہ یہاں کوئی کام ہوتا دیکھیں گے تو اسے دین کا حصہ سمجھ کر اسے سرانجام دیں دیں گے اور دلیل یہ دیں گے کہ یہ مدینہ میں ہوتا ہے اسطرح بدعت زیادہ پھیلے گی۔

اس بات پر فقہاء کرام کا اتفاق ہے کہ مدینہ حرم ہے۔ لیکن مدینہ کی حرمت مکہ جیسی ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔

آئمہ ثلاثہ:

مکہ حرم ہے اور اس کے درختوں کو نہیں کاٹا جائے اور نہ ہی اس میں شکار کیا جائے گا جس طرح مکہ میں درخت کاٹنا اور شکار کرنا جائز نہیں۔ مگر کسی نے ایسا کیا تو اس پر تاوان نہیں۔ آپ حضرات کا استدلال اسی حدیث مبارکہ سے ہے۔

امام اعظم:

مدینہ کی حرمت مکہ کی حرمت کی طرح نہیں ہے۔ اس میں کسی کو شکار کرنے یا درخت کاٹنے سے منع نہیں کیا جائے گا۔ اور حدیث پاک میں درخت کاٹنے اور شکار کرنے سے منع کیا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے مدینہ کی زیب وزینت برقرار رہے۔ مدینہ کی حرمت مکہ کی حرمت کی طرح نہیں ہے اس پر ایک دلیل یہ ہے کہ مکہ میں وحشی جانور رکھنا جائز نہیں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں ایک وحشی جانور موجود تھا۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ مدینہ کی حرمت مکہ کی حرمت کی طرح نہیں ہے۔

نیز آئمہ ثلاثہ مدینہ کے درخت کاٹنے پر جرمانے کے قائل نہیں ہیں جبکہ مکہ کے درخت کاٹنے پر جرمانے کے قائل ہیں تو ان کے اس قول سے بھی مکہ اور مدینے کی حرمت میں فرق ہوگیا۔

بَابُ فَضْلِ الْمَدِينَةِ، وَأَنَّهَا تَنْفِي النَّاسَ

تربت اطہر یعنی وہ زمین کہ جسم انور سے متصل ہے کعبہ معظمہ بلکہ عرش سے بھی افضل ہے۔ صرح به عقيل الحنبلى وتلقاه العلماء بالقبول ترجمہ: (اس پر ابو عقیل حنبلی نے تصریح کی اور تمام علماء نے اسے قبول کیا۔)

(مسلک متقسط مع ارشاد الساری باب زیارۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم دار الکتاب العربی بیروت ص ۳۳۶)

اس میں اختلاف ہے کہ مدینہ طیبہ سوائے موضع تربت اطہر اور مکہ معظمہ سوائے کعبہ مکرمہ ان دونوں میں کون افضل ہے، اکثر جانب ثانی ہیں اور اپنا مسلک اول اور یہی مذہب فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ ہے، طبرانی کی حدیث میں تصریح ہے کہ المدينة افضل من مكة

عرض: حضور! مدینہ طیبہ میں ایک نماز پچاس ہزار کا ثواب رکھتی ہے اور مکہ معظمہ میں ایک لاکھ کا، اس سے مکہ معظمہ کا افضل ہونا سمجھا جاتا ہے؟

ارشاد: جمہور حنفیہ کا یہی مسلک ہے اور امام مالک رضی اللہ تعالی عنہ کے نزدیک مدینہ افضل اور یہی مذہب امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کا ہے۔

ایک صحابی (رضی اللہ تعالی عنہ) نے کہا: مکہ معظمہ افضل ہے۔ فرمایا: کیا تم کہتے ہو کہ مکہ مدینے سے افضل ہے؟ انہوں نے کہا: واللہ! بیت اللہ وحرم اللہ۔ فرمایا: میں بیت اللہ اور حرم اللہ میں کچھ نہیں کہتا، کیا تم کہتے ہو کہ مکہ مدینہ سے افضل ہے؟ انہوں نے کہا: بخدا خانہ خدا وحرم خدا۔ فرمایا: میں خانہ خدا وحرم خدا میں کچھ نہیں کہتا، کیا تم کہتے ہو کہ مکہ مدینے سے افضل ہے!! وہ وہی کہتے رہے اور امیر المومنین (رضی اللہ تعالی عنہ) یہی فرماتے رہے اور یہی میرا مسلک ہے۔ صحیح حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الْمَدِينَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ

مدینہ اُن کے لیے بہتر ہے اگر وہ جانیں۔

دوسری حدیث نص صریح ہے کہ فرمایا:

الْمَدِينَةُ خَيْرٌ مِنْ مَكَّةَ

یعنی: مدینہ مکہ سے افضل ہے۔

امام اعظم اور امام شافعی اور امام احمد کا موقف:

مکہ، مدینہ سے افضل ہے۔ جمہور احناف کا یہی موقف ہے کہ مکہ مدینہ سے افضل ہے۔

امام مالک کا موقف:

مدینہ مکہ سے افضل ہے۔

بَابُ الْمَدِينَةُ تَنْفِي الْخَبَثَ

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، "جَاءَ أَعْرَابِيٌّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَبَايَعَهُ عَلَى الْإِسْلَامِ، فَجَاءَ مِنَ الْغَدِ مَحْمُومًا، فَقَالَ: أَقِلْنِي، فَأَبَى ثَلَاثَ مِرَارٍ، فَقَالَ: الْمَدِينَةُ كَالْكِيرِ تَنْفِي خَبَثَهَا وَيَنْصَعُ طَيِّبُهَا".

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام پر بیعت کی، دوسرے دن آیا تو اسے بخار چڑھا ہوا تھا کہنے لگا کہ میری بیعت توڑ دیجئے! تین بار اس نے یہی کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کیا پھر فرمایا کہ مدینہ کی مثال بھٹی کی سی ہے کہ میل کچیل کو دور کر کے خالص جوہر کو نکھار دیتی ہے۔

اعرابی نے بار بار بیعت توڑنے کی بات کی لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس کی بیعت نہیں توڑی اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اعرابی بیمار تھا اس لئے رسول اللہ ﷺ نے اسے معذور قرار دیا۔ اور بیعت نہیں توڑی۔

باب

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ، وَمِنْبَرِي عَلَى حَوْضِي".



ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان (والی جگہ) جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر قیامت کے دن میرے حوض (کوثر) پر ہوگا۔

مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ رحمت کے نزول اور حصول سعادت میں یہ جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ **یا** اس جگہ پر عبادت کرنا جنت تک پہنچا دیتا ہے۔ **یا یہ جگہ** حقیقۃً جنت ہے بایں طور کہ آخرت میں یہ جگہ بعینہٖ جنت کی طرف منتقل کردی جائے گی۔

وَمِنْبَرِي عَلَى حَوْضِي

اس کا معنی یہ ہے کہ یہ منبر منتقل کر کے حوض پر نصب کر دیا جائے گا اور بعض نے کہا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ قیامت کے دن ایک منبر میرے حوض پر رکھا جائے گا۔ اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جو شخص نیک اعمال کرنے کے لئے میرے منبر کا قصد کرے گا اور اس کے سامنے حاضر ہوگا تو یہ منبر اس شخص کو حوض پر لے جائے گا اور اس کا تقاضیٰ یہ ہے کہ وہ اس حوض سے پیے گا۔

گھر اور منبر کا درمیانی فاصلہ:

بعض نے کہا کہ 53 ہاتھ ہے اور بعض نے کہا کہ 54 ہاتھ اور چھٹا حصہ کہا گیا کہ 50 ہاتھ ہے۔

ترنم کے ساتھ اشعار کہنا **امام اعظم، امام احمد بن حنبل اور امام مالک** کے نزدیک حرام ہیں۔ اور **بعض** نے کہا کہ جائز ہیں۔

مقصد دونوں کا ایک ہی ہے کفریہ، فسقیہ شعر کہنا حرام ہیں اور نعتیہ اشعار ترنم میں پڑھنا جائز ہیں۔

کتاب الصوم

امام بخاری نے ایمان کے بعد نماز کو ذکر کیا پھر زکوٰۃ کو پھر حج کو اور پھر روزہ کو۔ اس ترتیب کی وجہ یہ ہے کہ نماز اگر چہ افضل عبادت ہے مگر اس کے تارکین بہت زیادہ ہیں اس لئے اس کو سب سے پہلے ذکر کیا۔ اور زکوۃ کے تارکین نماز کی نسبت کم ہیں اس لئے اسے نماز کے بعد ذکر کیا اور حج کے تارکین زکوٰۃ کی نسبت کم ہیں اس لئے پھر زکوٰۃ کو بیان کیا اور روزہ کے تارکین زکوٰۃ کی نسبت کم ہیں اس لئے اسے آخر میں ذکر کیا۔

نیز نماز بدنی عبادت ہے اس لئے پہلے اسے ذکر کیا پھر مالی عبادت یعنی زکوۃ کو ذکر کیا۔ پھر مالی اور بدنی عبادت یعنی حج کو ذکر کیا اور آخر میں روزہ کو ذکر کیا۔ اور نماز کے بعد زکوۃ کو ذکر کیا کیوں کہ قرآن پاک میں ترتیب ایسے ہی ہے۔

﴿الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ﴾

ترجمہ کنزالایمان: وہ جو بے دیکھے ایمان لائیں اور نماز قائم رکھیں اور ہماری دی ہوئی روزی میں سے ہماری راہ میں اٹھائیں۔

روزے کا لغوی معنیٰ:

روزے کا لغوی معنیٰ ''امساک'' ہے یعنی رکے رہنا اور کسی کام کو ترک کر دینا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کے اس قول کو نقل فرمایا۔

﴿اِنِّىْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا﴾

ترجمہ کنزالایمان: میں نے آج رحمٰن کا روزہ مانا ہے تو آج ہرگز کسی آدمی سے بات نہ کروں گی

پہلے زمانہ میں بولنے اور کلام کرنے کا بھی روزہ ہوتا تھا جیسا کہ ہماری شریعت میں کھانے اور پینے کا روزہ ہوتا ہے، ہماری شریعت میں چپ رہنے کا روزہ منسوخ ہوگیا۔ حضرت مریم کو سکوت کی نذر ماننے کا اس لئے حکم دیا گیا تا کہ کلام حضرت عیسیٰ فرمائیں اور ان کا کلام حجتِ قویہ ہو جس سے تہمت زائل ہو جائے۔

اصطلاح شرع میں روزہ کی تعریف:

طلوع فجر سے غروب آفتاب تک کھانے، پینے، جماع اور جماع کے ملحقات سے بنیت عبادت رک جانا ''صوم'' کہلاتا ہے۔

اسلام میں پہلے کونسا روزہ واجب ہوا؟

اس میں اختلاف ہے کہ اسلام میں پہلے کونسا روزہ واجب ہوا بعض نے کہا کہ عاشورہ کا روزہ تھا، بعض نے کہا کہ ہر ماہ تین دن کے روزے فرض تھے۔ جب رمضان کو روزہ فرض ہوا تو اقہ

منسوخ ہو گئے۔ شروع میں رمضان کے روزوں میں اختیار تھا کہ روزے رکھے یا کھانا کھلائے۔ رمضان کے روزے 10 شعبان المعظم سن 2 ھ میں فرض ہوئے۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے 9 سال رمضان کے روزے رکھے۔

بَابُ وُجُوبِ صَوْمِ رَمَضَانَ

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ سورة البقرة آية 183.

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اے ایمان والو! تم پر روزے اسی طرح فرض کئے گئے ہیں جس طرح ان لوگوں پر فرض کئے گئے تھے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں تا کہ تم گناہوں سے بچو۔"

روزہ ہم سے پہلی امتوں پر بھی فرض تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ روزے سے تقوی حاصل ہوتا ہے اور کافی گناہوں سے انسان بچ جاتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام پر ایام بیض (جس دن چاند زیادہ روشن ہوتا ہے) کے روزے فرض تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر عاشورہ کا روزہ فرض تھا۔

تیس روزے رکھنے کی حکمت:

حضرت آدم علیہ السلام نے شجر ممنوعہ سے جو کھایا تھا اس کا کچھ حصہ آپ کے پیٹ میں تیس روز تک رہا۔ جب اللہ نے توبہ کا حکم دیا تو تیس روزے رکھنے کا حکم دیا۔ اس لئے تیس روزے رکھے جاتے ہیں۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "صَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَاشُورَاءَ، وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ، فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ تُرِكَ"، وَكَانَ عَبْدُ اللهِ لَا يَصُومُهُ، إِلَّا أَنْ يُوَافِقَ صَوْمَهُ.

ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم عاشورہ کا روزہ رکھا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے رکھنے کا صحابہ رضی اللہ عنہم کو ابتداء اسلام میں حکم دیا تھا، جب ماہ رمضان کے روزے فرض ہو گئے تو عاشورہ کا روزہ بطور فرض چھوڑ دیا گیا، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عاشورہ کے دن روزہ نہ رکھتے مگر جب ان کے روزے کا دن ہی یوم عاشورہ آن پڑتا۔

وَكَانَ عَبْدُ اللهِ لَا يَصُومُهُ، إِلَّا أَنْ يُوَافِقَ صَوْمَهُ:

حضرت عبداللہ کا معمول تھا کہ آپ پیر کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ لیکن عاشوراء کا روزہ نہ رکھتے تھے لیکن اگر عاشورہ پیر کے دن ہوتا تو آپ روزہ رکھ لیتے۔

وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ شَاءَ فَلْيَصُمْهُ، وَمَنْ شَاءَ أَفْطَرَ".

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کا جی چاہے یوم عاشورہ کا روزہ رکھے اور جس کا جی چاہے نہ رکھے۔

اس کلام میں (امر سے ماضی کی طرف) التفات ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ **فليصومه** الی جانب راجح ہے۔ اور یہ ہی مطلوب ہے یعنی عاشورہ کا روزہ رکھنا چاہیئے۔

بَابُ فَضْلِ الصَّوْمِ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، "أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: الصِّيَامُ جُنَّةٌ، فَلَا يَرْفُثْ، وَلَا يَجْهَلْ، وَإِنِ امْرُؤٌ قَاتَلَهُ أَوْ شَاتَمَهُ، فَلْيَقُلْ: إِنِّي صَائِمٌ مَرَّتَيْنِ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللهِ تَعَالَى مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ، يَتْرُكُ طَعَامَهُ، وَشَرَابَهُ، وَشَهْوَتَهُ مِنْ أَجْلِي الصِّيَامُ لِي، وَأَنَا أَجْزِي بِهِ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا".

ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ دوزخ سے بچنے کے لیے ایک ڈھال ہے اس لیے (روزہ دار) نہ فحش باتیں کرے اور نہ جہالت کی باتیں اور اگر کوئی شخص اس سے لڑے یا اسے گالی دے تو اس کا جواب صرف یہ ہونا چاہئے کہ میں روزہ دار ہوں، (یہ الفاظ) دو مرتبہ (کہہ دے) اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے بھی زیادہ پسندیدہ اور پاکیزہ ہے، (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) بندہ اپنا کھانا پینا اور اپنی شہوت میرے لیے چھوڑ دیتا ہے، روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا اور (دوسری) نیکیوں کا ثواب بھی اصل نیکی کے دس گنا ہوتا ہے۔

روزہ ڈھال ہے:

جس طرح آدمی جنگ میں لڑتا ہے اور اپنی ڈھال پر مخالفین کے واروں کو روکتا ہے۔ اسی طرح روزہ ڈھال ہے یہ انسان کو گناہوں سے بچاتا ہے۔

روزہ دار کے منہ کی بو:

روزہ دار کے منہ کی بو یہ باطنی شے ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ بوقت افطار شدت پیاس سے ہونٹ خشک ہوں منہ سے بو آرہی ہو تو کہا جاتا ہے کہ مسواک نہ کرو کہ مسواک کرنے سے منہ کی بو



زائل ہو جائے گی اس لئے کہ یہ بو اللہ کو پسند ہے۔ تو ایسا نہیں ہے بلکہ یہ باطنی شے ہے۔

الصوم لی وانا اجزی بہ:

روزہ میں بظاہر ریاکاری کا احتمال نہیں ہوتا کیونکہ یہ بندے اور رب کے درمیان امر مخفی ہے۔ اس سے پتا چلا کہ جو عبادت ریاکاری سے دور ہو گی وہ اللہ کو زیادہ پسند ہوتی ہے کیونکہ یہاں روزے کے لئے اللہ نے فرمایا کہ روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا اور روزے میں بظاہر ریاکاری کا احتمال نہیں ہوتا۔

ایک روایت میں "اجزی" مجہول کا صیغہ ہے۔ یعنی روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا ہوں یعنی جو روزہ رکھے گا وہ مجھے پالے گا۔

بَابُ الرَّيَّانُ لِلصَّائِمِينَ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ نُودِيَ مِنْ أَبْوَابِ الجَنَّةِ: يَا عَبْدَ اللَّهِ، هَذَا خَيْرٌ، فَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّلاَةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّلاَةِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الجِهَادِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الجِهَادِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصِّيَامِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الرَّيَّانِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّدَقَةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ"، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا عَلَى مَنْ دُعِيَ مِنْ تِلْكَ الأَبْوَابِ مِنْ ضَرُورَةٍ، فَهَلْ يُدْعَى أَحَدٌ مِنْ تِلْكَ الأَبْوَابِ كُلِّهَا، قَالَ: نَعَمْ، وَأَرْجُو أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ.

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ کے راستے میں دو چیزیں خرچ کرے گا اسے فرشتے جنت کے دروازوں سے بلائیں گے کہ اے اللہ کے بندے! یہ دروازہ اچھا ہے پھر جو شخص نمازی ہو گا اسے نماز کے دروازہ سے بلایا جائے گا جو مجاہد ہو گا اسے جہاد کے دروازے سے بلایا جائے گا جو روزہ دار ہو گا اسے «باب الریان» سے بلایا جائے گا اور جو زکوۃ ادا کرنے والا ہو گا اسے زکوۃ کے دروازہ سے بلایا جائے گا۔ اس پر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جو لوگ ان دروازوں (میں سے کسی ایک دروازہ) سے بلائے جائیں گے مجھے ان سے بحث نہیں، آپ یہ فرمائیں کہ کیا کوئی ایسا بھی ہو گا جسے ان سب دروازوں سے بلایا جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں اور مجھے امید ہے کہ آپ بھی انہیں میں سے ہوں گے۔

اس حدیث مبارکہ سے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت عیاں ہوتی ہے نیز یہ بھی پتا چلا کہ رسول اللہ ﷺ کو علم غیب حاصل ہے۔

بَابُ هَلْ يُقَالُ رَمَضَانُ أَوْ شَهْرُ رَمَضَانَ وَمَنْ رَأَى كُلَّهُ وَاسِعًا

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَامَ رَمَضَانَ، وَقَالَ: لاَ تَقَدَّمُوا رَمَضَانَ.

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے رمضان کے روزے رکھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان سے آگے روزہ نہ رکھو۔

☆......بعض علماء نے رمضان کہنے سے منع فرمایا اس لئے کہ یہ اللہ رب العزت کے اسماء سے ایک اسم ہے۔ لیکن جمہور نے کہا کہ یہ دونوں (رمضان یا شہر رمضان) کہنا جائز ہیں۔

وَقَالَ: لاَ تَقَدَّمُوا رَمَضَانَ:

نصاری اپنی فاسد رائے سے فرائض پر اضافہ کر دیتے اور اس اضافہ کو فرائض کا لازمی جز بنا دیتے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اہل کتاب کی مخالفت کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ رمضان سے قبل ایک یا دو دن کے روزے نہ رکھے جائیں۔

جنت کے دروازے کھولنے سے کیا مراد ہے؟

ماہ رمضان میں مسلمان کثرت سے عبادت کرتے ہیں۔ اور یہ ہی کثرت عبادت انسان کو جنت کی طرف لے جاتی ہے۔ اس لیے فرمایا کہ جنت کے دروازے کھول لئے جاتے ہیں۔

بَابُ مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالعَمَلَ بِهِ فِي الصَّوْمِ

عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالعَمَلَ بِهِ، فَلَيْسَ لِلَّهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ".

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر کوئی شخص جھوٹ بولنا اور دغا بازی کرنا (روزے رکھ کر بھی) نہ چھوڑے تو اللہ تعالی کو اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔

غیبت، چغلی، جھوٹ سے روزہ فاسد ہوتا ہے یا نہیں؟

جمہور:

جمہور علماء کا موقف یہی ہے کہ اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا مگر ان سے بچنا روزہ کو مکمل کرتا ہے۔ بعض ان سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔ یہی قول راجح ہے۔

سفیان ثوری:

غیبت سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔ یہی بات امام غزالی نے احیاء العلوم میں ذکر کی ہے۔

بَابٌ هَلْ يَقُولُ إِنِّي صَائِمٌ إِذَا شُتِمَ

عَنْ أَبِي صَالِحٍ الزَّيَّاتِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ اللَّهُ: "كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصِّيَامَ فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ، وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ، وَإِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ، فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ: إِنِّي امْرُؤٌ صَائِمٌ، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ رِيحِ المِسْكِ، لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ يَفْرَحُهُمَا: إِذَا أَفْطَرَ فَرِحَ، وَإِذَا لَقِيَ رَبَّهُ فَرِحَ بِصَوْمِهِ".

ابو صالح نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ پاک فرماتا ہے کہ انسان کا ہر نیک عمل خود اسی کے لیے ہے مگر روزہ کہ وہ خاص میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا اور روزہ گناہوں کی ایک ڈھال ہے، اگر کوئی روزے سے ہو تو اسے فحش گوئی نہ کرنی چاہیے اور نہ شور مچائے، اگر کوئی شخص اس کو گالی دے یا لڑنا چاہے تو اس کا جواب صرف یہ ہو کہ میں ایک روزہ دار آدمی ہوں، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ بہتر ہے، روزہ دار کو دو خوشیاں حاصل ہوں گی (ایک تو جب) وہ افطار کرتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور (دوسرے) جب وہ اپنے رب سے ملاقات کرے گا تو اپنے روزے کا ثواب پا کر خوش ہوگا۔

لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ

روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں۔ ① جب وہ افطار کرتا ہے۔ اس وقت عام لوگوں کو تو کھانے کی خوشی ہوتی ہے اور خاص لوگ اس بات پر خوش ہوتے ہیں کہ اللہ نے انہیں جس عبادت کا حکم دیا تھا اللہ کی اس عبادت کی تکمیل ہو گئی۔ ② جب روزہ دار اللہ سے ملاقات کرے گا اور اللہ تعالیٰ اسے اس روزے کا اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔

بَابُ الصَّوْمِ لِمَنْ خَافَ عَلَى نَفْسِهِ الْعُزُوبَةَ

عَنْ عَلْقَمَةَ، قَالَ: بَيْنَا أَنَا أَمْشِي مَعَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَقَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "مَنِ اسْتَطَاعَ البَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ".

ترجمہ: علقمہ نے بیان کیا کہ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ جا رہا تھا۔ آپ نے کہا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی صاحب طاقت ہو تو اسے نکاح کر لینا چاہیے کیونکہ نظر کو نیچی رکھنے اور شرمگاہ کو بدفعلی سے محفوظ رکھنے کا یہ ذریعہ ہے اور کسی میں نکاح کرنے کی طاقت نہ ہو تو اسے روزے رکھنے چاہئیں کیونکہ وہ اس کی شہوت کو ختم کر دیتا ہے۔

عُزُوبَۃ: اس کا معنی اصل میں بعد ہے یعنی جو نکاح سے دور ہو۔ جس شخص کی بیوی نہ ہو اسے "عزوبہ" کہتے ہیں اور جس عورت کا خاوند نہ ہو اسے "عزبہ" کہتے ہیں۔ ابن الاثیر نے کہا کہ "عزب" کا معنی ہے جو نکاح سے بعید ہو اور یہاں "عزوبہ" سے مراد زنا ہے۔ وجاء: رگوں کا ٹوٹ جانا۔

نکاح کی صورتیں:

سنت مؤکدہ:

شہوت اعتدال پر ہو اور نان و نفقہ دینے پر قادر ہو۔ تو نکاح سنت مؤکدہ ہے۔

واجب:

گناہ میں پڑ جانے کا اندیشہ ہو اور نان و نفقہ دینے پر قادر ہو۔ تو نکاح واجب ہے۔

فرض:

گناہ میں پڑ جانے کا یقین ہو اور نان و نفقہ دینے پر قادر ہو۔ تو نکاح فرض ہے۔

مکروہ تحریمی:

مہر و نان و نفقہ نہ دینے کا اندیشہ ہو کہ یہ چیزیں ادا نہیں کر سکے گا تو نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

حرام:

مہر و نان و نفقہ نہ دینے کا یقین ہو کہ یہ چیزیں ادا نہیں کر سکے گا تو نکاح کرنا حرام ہے۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا رَأَيْتُمُ الْهِلَالَ فَصُومُوا وَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَأَفْطِرُوا

وَقَالَ صِلَةُ: عَنْ عَمَّارٍ مَنْ صَامَ يَوْمَ الشَّكِّ فَقَدْ عَصَى أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

صلہ نے عمار رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ جس نے شک کے دن روزہ رکھا تو اس نے ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔

یوم شک 30 شعبان کے دن کو کہتے ہیں جس میں لوگ یہ کہیں کہ چاند دکھائی دے گیا ہے اور شرعی طور پر اس کی رؤیت ثابت نہ ہو، یعنی ایک شخص نے چاند دیکھا اسکی گواہی رد کردی گئی یا دو شخص گواہی دیں اور وہ دونوں فاسق ہوں اور ان دونوں کی گواہی مسترد کردی گئی ہو۔

مسئلہ ۱۶۶: از رائے پوری پی محلہ بیجناتھ پارہ مرسلہ بہادر علی خاں سپرنٹنڈنٹ پنشن محکمہ بندوبست ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ شعبان کی ۲۹ کو اگر چاند نظر نہ آئے تو ۳۰ کو علاوہ قاضی و مفتی کے عوام کو روزہ رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جائز ہے تو کس نیت سے؟

الجواب: اگر ۲۹ کی شام کو مطلع صاف ہو اور چاند نظر نہ آئے تو ۳۰ کو قاضی مفتی کوئی بھی روزہ نہ رکھے اور اگر مطلع پر ابر و غبار ہو تو مفتی کو چاہئے کہ عوام کو ضحوہ کبرٰی یعنی نصف النہار شرعی تک انتظار کا حکم دے کہ جب تک کچھ نہ کھائیں پئیں، نہ روزے کی نیت کریں، بلانیتِ روزہ مثل روزہ رہیں، اس بیچ میں اگر ثبوت شرعی سے رویت ثابت ہو جائے تو سب روزے کی نیت کرلیں روزہ رمضان ہو جائے گا، اور اگر یہ وقت گزر جائے کہیں سے ثبوت نہ آئے تو مفتی عوام کو حکم دے کہ کھائیں پئیں، ہاں جو شخص کسی خاص دن کے روزے کا عادی ہو، اور اگر اس تاریخ وہ دن آکر پڑے مثلاً ایک شخص ہر پیر کو روزہ رکھتا ہے اور یہ دن پیر کا ہو تو وہ اپنے اسی نفلی روزے کی نیت کرسکتا ہے شک کی وجہ سے رمضان کے روزے کی نیت کرے گا یا یہ کہ چاند ہوگیا تو آج رمضان کا روزہ رکھتا ہوں ورنہ نفل، تو گنہ گار ہوگا۔ حدیث میں ہے: **من صام یوم الشک فقد عصی اباالقاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔** واللہ تعالیٰ اعلم جس نے یوم شک کا روزہ رکھا اس نے حضرت ابو القاسم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲،۱،۳۰

